تحریر: عبدالرشید عراقی

امام اوزاعی

۸۸ھ تا ۱۵۷ھ

امام اوزاعی جن کا نام عبدالرحمن اور کنیت ابوعمر تھی، ۸۸ھ میں شام کے مشہور شہر بعلبک میں پیدا ہوئے کم سنی میں یتیم ہو گئے۔ والدہ نے بڑی مصیبتوں اور تکلیفوں سے پرورش کی۔ ان کی تعلیم و تربیت ایک جگہ نہیں ہو سکی اس لیے حالات ہی کچھ ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ ان کا ایک جگہ جم کر رہنا مشکل تھا۔ آخر شہر بہ شہر پھرنے کے بعد ان کی والدہ نے مستقل طور پر بیروت میں قیام فرمایا!

حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) میں لکھتے ہیں کہ

امام اوزاعی کی نشوونما کسی ایک جگہ نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کی والدہ (غالباً مالی پریشانیوں کی وجہ سے) ان کو شہر بہ شہر لیے پھرتی تھیں بہت دنوں تک اِدھر اُدھر کی خاک چھاننے کے بعد خدا نے نہ جانے کیا صورت پیدا کر دی کہ بیروت میں قیام پذیر ہو گئیں[1]۔

امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے بھی یہی لکھا ہے کہ اوزاعی بعلبک میں پیدا ہوئے۔ اور ان کی تعلیم کا آغاز بیروت میں ہوا جہاں آپ کی والدہ نے مستقل طور پر سکونت اختیار کی[2]۔

تعلیم اور اساتذہ

امام اوزاعی نے جن حالات میں شعور کی آنکھیں کھولیں تو ان کے لیے تعلیم کا حصول قدرے مشکل تھا اور ان کی تعلیم میں سب سے بڑی رکاوٹ ان کی مالی پریشانی اور غربت تھی۔ تاہم آپ نے بڑے حوصلہ اور سکون کے ساتھ تعلیم کا آغاز کیا اور آپ نے تابعین کی ایک کثیر تعداد سے استفادہ کیا۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۱۶،

[2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۶۲/۱۶۳۔

حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں۔

ادرک خلقا من التابعین[۳]

"تابعین کی ایک کثیر تعداد کی انہوں صحبت اٹھائی ہے"

درس و افتاء

امام اوزاعی نے باقاعدہ مجلس درس قائم کی اور ایک کثیر تعداد ان سے فیض یاب ہوئی۔ امام اوزاعی میں ایک خوبی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی کہ آپ ہر مسئلہ کا جواب حدیث کی روشنی میں دیتے تھے۔ جیسا کہ علامہ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ

"افتی الاوزاعی فی سبعین الف مسئلۃ حدثنا واخبرنا"[۲]

"انھوں نے ۷۰ ہزار مسائل کا جواب حدیث کی روشنی میں دیا"

فضل و کمال

امام اوزاعی کے فضل و کمال کا اعتراف تمام ائمہ فن و فقہ و حدیث نے کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۰۲ھ) نے امام یحیٰی بن معین (م ۲۳۳ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ائمہ تو چار ہیں۔

"امام ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ) امام مالک (م ۱۷۹ھ) امام سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) اور امام اوزاعی (م ۱۵۷ھ)"[۳]

امام شافعی (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

"میں نے حدیث میں ان سے زیادہ سمجھ دار اور فقیہ آدمی نہیں دیکھا"[۴]

حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے البدایہ والنہایہ میں امام مالک (۱۷۹ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"امام اوزاعی ان ائمہ میں ہیں جن کی اقتداء کی جاسکتی ہے"[۵]

۱۔ البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۱۶۔

۲۔ البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۱۶۔

۳۔ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۳۹۔

۴۔ ایضاً ص ۲۴۲۔

۵۔ البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۱۶۔

امام نووی (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

"وقد اجمع العلماء علی امامتہ اوزاعی
وجلالتہ وعلو مرتبتہ وکمال فضلہ"[۱]

"امام اوزاعی کی امامت، جلالت، شان، علو مرتبت اور فضل وکمال پر سب کا اتفاق ہے"

سیرت وکردار

امام اوزاعی سیرت وکردار میں صحابہ کرام اور تابعین عظام کا نمونہ تھے۔ زہد وقناعت، سخاوت وفیاضی، حق گوئی وبیباکی وعظ وپند اور امت کی خیر خواہی یہ سب ان کے نمایاں اوصاف تھے۔ جرأت حق گوئی ان کا سب سے نمایاں وصف تھا۔ ان کی جرأت وحق گوئی کے سینکڑوں واقعات تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں اور عمال حکومت نے ان کی جرأت وحق گوئی کی تعریف کی۔ ان کی حق گوئی کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

امام اوزاعی کا بنو امیہ کی حکومت سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا۔ اور ایک موقعہ ایسا آیا کہ امام اوزاعی شام سے جلاوطن کر دیے گئے۔ عبداللہ بن علی جس نے شام سے بنو امیہ کا خاتمہ کیا تھا جب اس کو بنو امیہ کی طرف سے کچھ اطمینان ہوا۔ تو اس نے ہر اس شخص کے خلاف تادیبی کاروائی کی۔ جس کو بنو امیہ سے کسی قسم کی ہمدردی تھی اور اس نے امام اوزاعی کو بھی بنو امیہ کے ہمدردوں کی فہرست میں شامل کر لیا۔ اور آپ کی تلاش جاری کر دی۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن علی کے آدمی مجھے تلاش کر رہے ہیں۔ تو جرأت کر کے خود عبداللہ بن علی کے دربار میں حاضر ہو گئے۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ جب میں عبداللہ بن علی کے دربار میں داخل ہوا۔ تو دیکھا کہ عبداللہ بن علی ایک تخت پر متمکن ہے اور اس کے ہاتھ میں نیزہ ہے اور اس کے ارد گرد جلاد سپاہی ننگی تلواریں لیے کھڑے ہیں۔ میں نے پہنچ کر سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دینے کی بجائے اپنے نیزہ کو زمین پر ٹیکتے ہوئے کہا۔

عبداللہ بن علی:- اوزاعی! ہم نے ان ظالموں (بنو امیہ) سے ملک اور اس کے باشندوں کو نجات دلانے میں جو جنگ کی ہے۔ یہ جہاد ہے کہ نہیں؟

۱ے تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۲۹۹

امام اوزاعی نے فرمایا کہ میں نے یحییٰ بن سعید کے واسطے سے یہ حدیث سنی ہے کہ تمام اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ ہر شخص اپنے اعمال میں جیسی نیک و بدنیّت کرے گا۔ ایسا ہی اجر ملے گا۔

مقصد یہ تھا کہ اگر تمہاری نیت صرف ملک گیری کی تھی۔ تو تم کو اس کا اجر ملے گا۔ اگر اعلائے کلمۃ اللہ مقصود تھا۔ تو پھر جہاد کا ثواب ملے گا۔

یہ غیر متوقع جواب سُن کر عبداللہ بن علی غصّہ سے بے تاب ہوگیا اور لگاتار دوسرا سوال کیا کہ

"یا اوزاعی ما تقول فی دماء بنی امیۃ ؟

اے اوزاعی ! بنی امیہ کے خون کے بارے میں کیا خیال ہے یعنی ان کا قتل کرنا جائز ہے یا حرام ؟"

امام اوزاعی نے اس کے جواب میں فرمایا:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان کا خون تین حالتوں میں جائز ہو سکتا ہے۔ قصاص میں یا شادی کے بعد زنا یا پھر ارتداد کے بعد"

امام اوزاعی کا یہ جواب بھی عبداللہ بن علی کی توقع کے خلاف تھا۔ اور اس نے غصّہ سے بھرے ہوئے تیسرا سوال یہ کیا کہ،

بنو امیہ کے مال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے ؟

امام اوزاعی نے فرمایا۔ ان کے پاس جو دولت تھی۔ اگر وہ حرام ذریعہ سے ان کے ہاتھ آئی تھی تو بہر حال وہ تمہارے ہاتھ میں پہنچ کر حلال نہیں ہو سکتی اور اگر وہ حلال تھی تو اس کو اس طریقہ سے لے سکتے ہو۔ جس طرح شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ میں اس جواب سے متوقع تھا کہ وہ میرے قتل کا حکم دے دے گا مگر اس نے ترہیب کی بجائے ترغیب سے کام لینا شروع کیا اور مجھ سے کہنے لگا۔ کہ کیوں نہ آپ کو قاضی بنا دیا جائے۔ تو میں نے اس کے جواب میں کہا کہ آپ کے اسلاف نے اس ذمہ داری سے مجھے سبکدوش رکھا ہے تو میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی اس روش پر قائم رہیں۔

اس کے بعد امام صاحب فرماتے کہ مجھے دربار سے جانے کی اجازت مل گئی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ میں نے دیکھا پیچھے سے ایک قاصد میری طرف آرہا تھا، میں نے سمجھا کہ وہ میرے قتل کا پروانہ لے کر آرہا ہے میں نے سواری سے اتر کر دو رکعت نماز ادا کرلیں۔ نماز سے فارغ ہوا کہ قاصد نے مجھے دوسو دینار کی تھیلی پیش کی اور کہا کہ امیر عبداللہ بن علی نے یہ رقم آپ کو بھیجی ہے، امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ میں نے خوف کی بنا پر یہ رقم لے لی اور گھر پہنچنے سے پہلے پوری رقم صدقہ کردی[1]"

امام اوزاعی کی جرأت وحق گوئی کا ایک اور واقعہ تاریخ کے صفحات میں ثبت ہے۔ ایک دفعہ آپ نے خلیفہ منصور کو لکھا!

"امیر المؤمنین اپنے اوپر خدا کا تقویٰ لازم کر لیجئے اور تواضع اختیار کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس دن بلند کرے گا جس دن ان متکبرین کو جو ناحق زمین پر بڑے بنتے ہیں۔ ذلیل کرائے گا اور اچھی طرح غور کر لیجیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی قرابت خدا کے حق سے زیادہ آپ کو کچھ نہ دلائے گی[2]"

عبادت وتقویٰ

امام اوزاعی بہت عبادت گزار اور شب زندہ دار تھے، نماز بڑے خشوع وخضوع سے پڑھتے تھے۔ رات کا بیشتر حصہ نوافل پڑھنے اور ذکرواذکار میں گزارتے اور فرمایا کرتے تھے کہ:

"جو لوگ رات کی نمازوں میں جتنا طویل قیام کریں گے اللہ تعالیٰ اسی نسبت سے قیامت کے قیام کو ہلکا کر دے گا"

اپنے اس قول کے ثبوت میں وہ قرآن مجید کی اس آیت کو پیش کرتے تھے۔

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا إِنَّ هَؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا[3]

"اور کسی وقت رات کو سجدہ کر اور پاکی بیان کر اس کی بڑی رات تک یہ لوگ

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۱۸، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۶۲، ۱۶۳،

[2] حسن المساعی امیر شکیب ارسلان ص ۱۲۰،

[3] الدھر ۲۶-۲۷۔

چاہتے ہیں جلدی ملنے والے کو اور چھوڑ رکھا ہے اپنے پیچھے ایک بھاری دن کو۔"
اور خشوع کی کیفیت ہمہ وقت آپ پر طاری رہتی تھی۔ اور شدت خشوع کی وجہ سے آپ پر نابینے ہونے کا شبہ پڑتا تھا[1]،

امام اوزاعی کی قدر و منزلت

امام اوزاعی اپنے اوصاف و محاسن اور سیرت و کرداری وجہ سے ہر طبقہ میں عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

"کان الاوزاعی فی الشام معظما مکرما امرہ اعز عندھم من امر السلطان[2]"

"امام اوزاعی شام میں اس قدر معزز و مکرم تھے کہ ان کا حکم اہل شام کی نظر میں، بادشاہ وقت کے حکم سے زیادہ قابل قدر اور محترم تھا"،

شام کے بعض افراد نے ان کے خلاف سخت قدم اٹھانا چاہا تو ان کے ہم نشینوں نے ان کو مشورہ دیا کہ اس طرف دھیان نہ کرو۔ ورنہ!

"واللہ لو امر اھل الشام ان یقتلوک لقتلوک[3]"،

خدا کی قسم اگر اہل شام کو وہ تمہارے قتل کا حکم دیدیں تو وہ تم کو قتل کر دیں گے"۔

امام اوزاعی کا فقہی مسلک

امام اوزاعی ان تبع تابعین میں ہیں جن کا شمار دوسری صدی کے ممتاز مجتہدین مثلاً امام ابو حنیفہ رح، امام مالک رح اور امام سفیان ثوری کے زمرہ میں ہوتا ہے۔ ان کی عظمت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ دوسری صدی ہجری میں فقہ و حدیث کے جو مکاتب فکر پیدا ہوئے۔ ان میں ایک کے بانی امام اوزاعی ہیں۔ انھوں نے تقریباً پوری زندگی شام میں بسر کی اس لیے زیادہ تر یہیں ان کے فتاوی و مسلک کی ترویج و اشاعت ہوئی اور یہیں سے یہ مسلک اندلس پہنچا۔

شام بنو امیہ کا سب سے بڑا مرکز تھا اس لیے اموی حکومت نے ان کے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۶۱ -

[2] البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۲۰ -

[3] البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۲۰ -

علم وفضل سے متاثر ہو کر ان کے سامنے عہدہ قضاء پیش کیا۔ مگر انھوں نے اس سے عہدہ برا ہونے کی ذمہ داری قبول نہ کی۔

۱۳۲ھ میں جب مشرق سے بنو اُمیہ کا سیاسی اقتدار ختم ہوا۔ اور اس خاندان کے بعض حوصلہ مند افراد مغرب اقصیٰ پہنچے۔ اور اندلس کی حکومت میں ایک نئی جان ڈالی۔ ان کے ذریعہ امام اوزاعی کا مسلک اندلس پہنچا اور ایک مدت تک اہل اندلس اس مسلک پر کاربند رہے۔ امام اوزاعی کا مسلک شام میں تقریباً ۲ سو سال تک زندہ رہا۔ اور اندلس میں یہ مسلک ایک سو سال یعنی حاکم بن ہشام (م ۲۵۶ھ) کے عہد تک یہ مسلک زندہ رہا۔ اس کے بعد یہ مسلک وہاں ختم ہو گیا اور ان کی جگہ مالکی و حنبلی مسلکوں نے لے لی اور امام اوزاعی کے مسلک پر تعامل ختم ہو گیا۔[1]

امام اوزاعی کا مسلک کیوں ختم ہوا اُسکے کچھ اسباب تھے

امام اوزاعی کی تعلیم و تربیت حدثنا اور اخبرنا کے ماحول میں ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان سے پیش آمدہ مسائل میں استفسار کیا جاتا تو وہ حدیث نبوی اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں ان کا جواب دیتے تھے۔ زیادہ تدقیق اور تفتیش کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اور آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ انھوں نے ۷ ہزار مسائل کا جواب حدیث و آثار کی روشنی میں دیا تھا۔ جب تک مسلمانوں میں سادہ اسلامی زندگی کا رواج رہا۔ اس وقت تک ان کے مسلک پر تعامل قائم رہا۔ مگر جب فقہا کی ژرف نگاہی اور باریک بینی کا دور شروع ہوا اور مسائل میں تفریع و تخریج کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو امام اوزاعی کا خالص محدثانہ مکتبِ فکر فقہی مکتبِ فکر کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔[1]

---

[1] اس دور میں دوسرے محدثانہ مکاتبِ فکر مثلاً امام داؤد ظاہری (م ۲۷۰ھ) امام سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) امام اسحاق بن (م ۲۳۸ھ) اور امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) کا بھی یہی حشر ہوا۔ یہ سب مذاہب فقہی مسالک کے سامنے زندہ نہ رہ سکے۔ اور ختم ہو گئے۔ فقہی مسالک کے رواج سے مسلمانوں کا تعلق اصل ماخذ یعنی کتاب و سنت سے کم ہو گیا۔ اور براہ راست

(جاری ہے)

تصانیف

امام اوزاعی کی تین کتابوں کا پتہ چلتا ہے۔ ابن ندیم نے دو کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ (۱) کتاب السنن فی الفقہ (۲) کتاب المسائل فی الفقہ۔

تیسری کتاب آپ نے امام ابو حنیفہ کے مسائل سیر و مغازی کے رد میں لکھی۔ جس کا جواب امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید قاضی ابو یوسف (م ۱۸۲ھ) نے کتاب الرد علی سیر الاوزاعی کے نام سے دیا۔ امام محمد بن حسن الشیبانی (م ۱۸۹ھ) میں اپنی کتاب السّیر الکبیر میں جا بجا اس کے جوابات دیئے ہیں۔ امام محمد بن ادریس شافعی (م ۲۰۴ھ) نے اپنی تصنیف کتاب الام جلد ششم میں امام اوزاعی کی تصنیف پوری نقل کر دی ہے۔

وفات

امام اوزاعی نے ۲۹ سال کی عمر میں ۱۵۷ھ میں بیروت میں انتقال کیا۔[1]

اعلانات

- مجلہ ترجمان السنۃ کے ۱۰ خریدار مہیا کرنے والے کو ایک سال تک ماہنامہ ترجمان السنہ اعزازی ارسال کیا جائے گا
- خصوصی نمبر کیلئے اشتہارات کی بکنگ ۲۰ فروری تک کی جائے گی

ادارہ

کتاب و سنت سے اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا۔

امام اوزاعی کا مسلک شام میں ختم ہوا۔ تو اس کی جگہ حنفی و شافعی مسلک نے لے لی۔ اور اندلس میں اوزاعی مسلک کی جگہ مالکی مسلک نے لے لی۔ (عراقی)

[1] تاریخ ابن خلکان ج ۱ ص ۴۹۳۔